سلسلہ اشاعت امامیہ مشن نمبر ۱۳۷

از افادات

حضرت سید العلماء مدظلہ

قیمت ۲ ر

محصول ۱ ر

تعارف

امامیہ مشن سے اصول دین کے متعلق جو مختلف رسائل کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اُس کے چار رسالے توحید۔ عدل۔ نبوت اور امامت پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ اب یہ اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔

اس میں جزا و سزا کے متعلق اسلامی تعلیم کی رفعت اور اس کے مقابل خیالات کی کمزوری باوجود اختصار واضح طور پر پیش کی گئی ہے۔

خصوصیت سے "تناسخ" پر اتنے پہلوؤں سے روشنی ڈالدی گئی ہے جو شاید ضخیم تصنیفات میں بھی دستیاب نہوں جس کی سب سے زیادہ ہمارے ملک میں ضرورت ہے۔ والسلام

خادم ملت

سید ابن حسین نقوی

جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علیٰ سید الانبیآء والمرسلین واٰلہ الطاہرین

معاد

انسان کے لیے اس دنیاوی زندگی کے آگے مرنے کے بعد ایک دوسرا دورِ حیات ہے جس میں اُسے موجودہ زندگی میں کیے ہوئے اچھے یا بُرے اعمال کی جزا یا سزا ملے گی اسی کو "آخرت" "معاد" "حشر" اور "قیامت" کہتے ہیں جو اسلامی عقائد میں اہم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

جزا و سزا کی ضرورت

خالقِ کائنات کی ذات میں علم و قدرت، اُس کے افعال میں حکمت و عدالت اور پھر اُس کی جانب سے تعلیم و ہدایت کے نظام کو بصورت رسالت ماننے کے بعد جب یہ فرق محسوس ہوتا ہے کہ افراد انسانی میں کچھ اس آئین کے وفادار اور اُس کے تعلیمات و ہدایات پر

کاربند ہوتے ہیں اور کچھ نافرمان، سرکش اور اُس کے تعلیمات سے منحرف نظر آتے ہیں تو اس کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ پہلی اور دوسری جماعت کے درمیان نتیجہ کے اعتبار سے بھی کچھ امتیاز ہو۔ اسی امتیاز کا نام "جزاؤ سزا" ہے۔

جزاؤ سزا کے لیے دوسری زندگی

یہ مشاہدہ ہے کہ موجودہ زندگی بعض نیکوکار افراد کی تمام مصائب میں گزر جاتی ہے اور کبھی راحت نصیب نہیں ہوتی اور بعض بدکار افراد کی تمام راحت و مسرت میں بسر ہوتی ہے کبھی کسی تکلیف سے دوچار ہونا نہیں پڑتا۔ اسی سے ہم سمجھتے ہیں کہ جزاؤ سزا کے لیے یہ دور حیات نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ایک دوسرا دور ہے جو اس زندگی کے خاتمہ کے بعد پھر دوبارہ آئے گا۔ اُسی دوسرے دور کو قرآن میں "آخرت" کہا گیا ہے۔

دوسری زندگی کس طرح؟

"انسان" صرف "عناصر میں ظہور ترکیب" کا نام نہیں ہے تاکہ اس ترکیب کے پہلے وہ وجود نہ رکھتا ہو اور "ان اجزاء کے پریشان" ہونے کے بعد اُسے بالکل نابود سمجھ لیا جائے بلکہ اس جسم کے علاوہ ایک شئے ہے

جسے روح کہتے ہیں۔

روح جسم سے الگ ایک مخلوق ہے۔ عناصر کی ترکیب کے بعد روح کے تعلق کا اس جسم سے قائم ہونا اُس کی زندگی ہے اور پھر اس تعلق کا ختم ہو جانا موت ہے مگر روح اس کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ پھر جب اللہ چاہے گا اُنہی عناصر کی ترکیب کے بعد اُسی روح کا علاقہ قائم کردے گا۔ وہی اس شخص کی دوبارہ زندگی کا دور ہو گا جسے معاد کہتے ہیں۔

برزخ

مرنے کے بعد سے اُس دوبارہ زندگی تک کے درمیانی دور کو "عالمِ برزخ" کہتے ہیں۔ اچھے اور بُرے اعمال کے آثار سے راحت یا تکلیف کی صورت میں انسان کی روح کو اسی عالم میں کچھ نہ کچھ دوچار ہو جانا پڑتا ہے۔ اب اگر جرم ہلکا ہے تو بسا اوقات اتنے ہی میں اُس کی سزا ختم ہو جاتی ہے اور اگر جرائم شدید ہیں تو مختتم طور پر سزا کا حکم "آخرت" میں سنایا جائے گا۔

حساب و میزان

دنیا میں بسا اوقات انسان کی آنکھوں پر غفلت کے پردے

پڑے ہوتے ہیں۔ اُسے اپنی برائیوں کا احساس نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی اپنی نیکیوں کے متعلق وہ خود غلط فہمی میں مبتلا ہوتا ہے۔ ریاکاری اور تصنع کے جذبات بعض وقت دل و دماغ کے اندر اتنی گہرائی میں ہوتے ہیں کہ خود آدمی اُن کی طرف ملتفت نہیں ہوتا۔ آخرت میں اُس کی اچھائیوں اور برائیوں کا اس طرح نمایاں ہو جانا کہ خود انسان کو بھی اُن کا پورا پورا اندازہ ہو جائے "حساب" ہے اور اسی کی زیادہ نمایاں شکل کو "میزان" کہا گیا ہے۔

جزا اور سزا سے پہلے حساب اور میزان میں عمل کی جانچ کا سامنے آنا ضروری ہے۔

جنت و نار

یعنی

بہشت و دوزخ

یہ سچ ہے کہ نیکی اور بدی میں جو ذاتی اچھائی اور برائی ہے وہ خود اُن کی پابندی کے لیے محرک قوی ہے لیکن یہ تقاضا بلند نظر افراد کے لیے بس اس کا باعث ہے کہ اُن کے پیش نظر اس پابندی میں کسی صلے کی اُمید یا سزا کی دہشت نہو۔ چنانچہ اسلام

کے مقدس و معصوم رہبروں نے اس بلندی نظر کی دعوت دی ہے
کبھی خود اپنے معیار نظر کو اپنے کردار میں پیش کرتے ہوئے بصورت
مناجات "خداوندا میں نے تیری عبادت تیری جنت کی لالچ یا
تیرے دوزخ کے خوف سے نہیں کی ہے بلکہ تجھے مستحق عبادت سمجھا
ہے اس لیے عبادت کی ہے" (حضرت علی بن ابی طالبؑ)

اور کبھی کلیہ کے طور پر بطور بیان واقعہ اس طرح کہ :-
"کچھ اشخاص اللہ کی عبادت جنت کی لالچ میں کرتے ہیں۔
یہ مزدوروں کی سی عبادت ہے۔ اور کچھ لوگ اُس کی عبادت
دوزخ کے خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی سی عبادت ہے۔ اور
کچھ لوگ ایسے ہیں جو عبادت صرف اُس کی خوشنودی کے لیے کرتے
ہیں۔ یہ آزاد منش افراد کی عبادت ہے" (امام جعفر صادقؑ)

یہ تو خود عمل کرنے والے کی بلندی نظر کا اقتضاء ہے مگر عادل
و مقتدر حاکم کے عدل کا کیا اقتضاء ہے؟ کیا یہ کہ وہ نیکوکار اور
بدکردار کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے؟ ہرگز نہیں۔

لہٰذا جنت کی طمع اور جہنم کا خوف بندہ کے پیش نظر نہ سہی
مگر خالق کی طرف سے نتیجہ میں اس طرح کی تفریق ضروری ہے۔
پھر یہ کہ افراد انسانی سب یکساں طور پر بلند نظر تو نہیں ہیں

اور حکمتِ الٰہی زیادہ سے زیادہ افراد کو پابند قانون بنانے کی متقاضی ہے۔

یہ ایک عملی مذہب کی شان نہیں ہے کہ وہ صرف خوبصورت معیاری تصورات پیش کر دینے پر اکتفا کرے بلکہ وہاں ایک طرف بلندی نظر کی دعوت کے طور پر اُس طرح کہ تعلیمات پیش ہو گئے اور دوسری طرف حقیقت پسندی کے پیش نظر اس واقعہ کے ماتحت کہ بہر حال تمام انسان اتنے بلند نظر نہیں ہیں اُن کی افتاد طبع کے لحاظ سے طمع اور خوف کے دھارے کو صحیح راستے پر لاتے ہوئے اطاعت اور پابندی کے محرکات بھی مہیا کر دیے گئے کیونکہ یہی دونوں محرکات اکثر راہ حق و نیکی سے ہٹانے والے ثابت ہوتے ہیں۔ اب اگر آخرت پر یقین پیدا ہو جائے تو یہی دونوں جذبے حق اور نیکی پر قائم رکھنے والے بن جائیں گے۔ اسی لیے جنت کے تذکرہ میں حور و قصور اور شراب طہور وغیرہ کا ذکر کیا گیا جس میں یہ حکیمانہ راز مضمر ہے کہ جس قسم کی نفسانی خواہشوں سے دنیا میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اُن ہی خواہشوں کو ان خرابیوں کے انسداد کا ذریعہ اور جن جذبات کی مطلق العنانی انسان کو بہیمیت و حیوانیت کی جانب لے جایا کرتی ہے ان ہی جذبات کو انسانی

فرائض کے احساس کا سبب بنا دیا جائے۔

اس مقصد سے نعمات بہشت کے وعدے اور ان وعدوں کی وفا کے لیے اُن کا حقیقی وجود دونوں ضروری ہیں۔

ردِ تناسخ

اسلام نے جس جزا و سزا کا تصور پیدا کیا ہے اُس کے یہی وہ مقاصد و فوائد ہیں جو اُس جزا و سزا سے نہیں پورے ہوتے جیسے "تناسخ" یا "آواگون" کی صورت میں بعض اہل مذاہب نے تسلیم کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد روح پھر دنیا میں کسی ماں باپ کے یہاں ایک نومولود کی صورت میں پیدا ہوتی ہے جو اُس کا دوسرا جنم ہوتا ہے۔ اس جنم میں اُسے جو راحت و آرام ملتا ہے وہ پہلے جنم والے اعمال کی جزا ہوتا ہے اور جو تکلیفیں ہوتی ہیں وہ اُس جنم کے اعمال کی سزا ہوتی ہیں۔ کبھی یہ دوسرا جنم انسان نہیں بلکہ مختلف جانوروں درختوں یا کچھ اور چیزوں کی شکل میں ہوتا ہے یہ جنم بھی بعض اعمال کی سزا ہوتے ہیں۔

اس میں بڑا نقص یہ ہے کہ دوسرے دور میں شعور و احساس کے فقدان یا اُس کی کمی سے جزا و سزا کا مفاد ہی ختم ہو جاتا ہے۔

پھر جبکہ موجودہ ہر جسم سابق کرم (عمل) کا نتیجہ ہے تو اُس کے تمام خصوصیات و لوازم جبری حیثیت رکھتے ہیں لہذا اس پر آئندہ کسی جزا و سزا کا مرتب ہونا خود اصول عدالت کے خلاف ہے۔

مسخ اور تناسخ

بطور عذاب بعض اُمتوں کا مسخ ہونا بے شک قرآن سے ثابت ہے مگر اسے تناسخ سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔

مسخ کے پہلے آدمی مرتا نہیں بلکہ اسی زندگی میں یعنی اس روح کے اس جسم میں رہتے ہوئے اُس جسم کی شکل انسانی صورت کے بجائے کسی جانور کی سی ہو جاتی ہے جو انسان کے لیے ایک توہین آمیز شکل ہونے کی وجہ سے باعث تکلیف اور دوسروں کے لیے سبب عبرت ہوتی ہے مگر تناسخ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آدمی مرگیا یعنی روح اس جسم سے خارج ہو گئی پھر کسی آدمی یا جانور کی طرح کے جسم میں داخل ہو کر دوبارہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی۔ یہ مسخ سے بالکل مختلف چیز ہے لہذا قرآن کی اُن آیتوں کو جو مسخ کا اظہار کرتی ہیں تناسخ کے ثبوت میں پیش کرنا بالکل غلط ہے۔

عقیدۂ تناسخ کی اصولی کمزوریاں

(۱) تناسخ کی بنیاد اس پر ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہے اس لیے روح کا مختلف قالبوں میں نقل و حرکت کا سلسلہ لامتناہی ہے مگر روح اور مادہ کے انقلابات و تغیرات خود اُن کے حادث ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔ اُن کو قدیم ماننا جو اس عقیدہ کا اصل اصول ہے وہی باطل ہے۔

(۲) تناسخ والے ہر جنم کو کرم کا پھل قرار دیتے ہیں اور پھر اس سلسلہ کو لامتناہی کہتے ہیں حالانکہ اگر گزشتہ جنم والے اعمال کی سزا میں حیوانات یا نباتات کی شکل میں روح منتقل ہو گئی تو اب اعمال کا کوئی سوال باقی نہیں رہا لہذا اس کے بعد کسی دوسرے جنم میں منتقل ہونے کی ضرورت بھی نہ رہ گئی اور اس طرح یہ سلسلہ یہاں ختم ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ جب سابقہ اعمال کی سزا ہو گئی اور اب کوئی اعمال ہوئے نہیں تو جزا و سزا کا محل ہی کہاں باقی رہا۔

(۳) تناسخ کے نقطۂ نظر سے روحیں لامتناہی ہیں کرم یعنی عمل انسانی جنم سے مخصوص ہے۔ دوسرے جنم یعنی حیوان، نبات یا جماد کی شکل میں اُس کا جانا بطور سزا ہوتا ہے اور ہر ایک جنم میں جو راحت یا

تکلیف ہوتی ہے وہ گزشتہ جنم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی بھی ماسبق دور میں جتنی انسانوں کی تعداد مانی جائے ان میں سے تھوڑے ہی وہ ہوں گے جو پھر انسان کے جنم میں آئیں۔ باقی پھر درختوں یا جانوروں کے جنم میں جائیں گے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کی مردم شماری ہمیشہ کم ہوتی رہے اور یہ تعداد ہمیشہ ہی گھٹتی رہے۔ حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف بتاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حیوان، نبات یا جماد کے دورے گزر کے اور سزا حاصل کر کے پھر روحیں پاک ہوتی اور انسان کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں تو یہ افراد انسانی جو اس دور کو ختم کر کے آنے والی روحوں کے حامل ہیں ان کو اپنے تمام دور حیات میں نہ کوئی رنج ہونا چاہیے نہ کوئی خوشی۔ نہ آرام ملنا چاہیے نہ تکلیف کیونکہ یہ سب باتیں تو جزا و سزا کا نتیجہ ہوتی ہیں حالانکہ یہ بالکل مشاہدہ کے خلاف ہے۔ دنیا میں کوئی بشر مسرت و رنج اور راحت و تکلیف سے خالی نہیں ہے۔

(۴) وہ بچے جو پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں اُنھیں دنیا میں نہ چین نصیب ہوتا ہے نہ اذیت۔ اس کا کچھ سبب معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ روح کے نئے جنم میں لانے کا مقصد تو ان لوگوں کے

نزدیک صرف جزاؤ سزا ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس دنیا میں آکے مرجانا ہی جزاؤ سزا کے لیے کافی ہے تو پھر اس سلسلہ کے چلنے کا کوئی باعث نہیں ہے اس لیے کہ اس دور میں اعمال کوئی نہیں ہوئے جو جزاؤ سزا کا باعث ہوں

(۵) جانور کی شکل میں ظاہر ہونا خود گزشتہ اعمال کی سزا ہے اور وہ اس شکل میں آنے سے پوری ہوگئی تو اب ان جانوروں کو جو تکلیفیں اپنی زندگی میں پیش آتی ہیں وہ کس جرم کی سزا سمجھی جائیں گی؟

(۶) عقلی طور پر جزار کا مفہوم ہمیشہ اس کا متقاضی ہے کہ عمل اُس سے مقدم ہے اس لیے جزار کے سلسلہ کی مجموعی مقدار سے مقدم عمل کا تصور لازمی ہے اور وہ ایسا عمل ہوگا جو بطور جزا نہو اس طرح یہ سلسلہ لازماً متناہی ہو جائے گا اور جب شروع میں انتہا اس کی ہوگئی تو آخر میں ایک ایسی جزاؤ سزا کا بھی تصور کیا جاسکے گا جس کے ساتھ اعمال کا سوال نہ پیدا ہو۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

(۷) انسان حقیقتہً جو ڈرتا ہے وہ اپنی تکلیف اور نفس کی اذیت سے کیسی ہی حالت ہو مگر وہ یہ سمجھ لے کہ اس میں کوئی ایذا، نہیں ہے تو وہ ہرگز اُس سے کوئی خوف نہ کرے گا۔

انسان کا آئندہ جنم میں کسی شکل میں منتقل ہو جانا افراد انسانی کو

متاثر نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جس جنم میں وہ ظاہر ہوں گے
ان کی فطرت و طبیعت اُسی جنم کے مطابق ہوگی اور انھیں ہرگز اُس
میں کسی نفسانی اذیت اور تکلیف کا احساس نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ دیوانہ
ہو جانا ایک انسان کے لیے کتنا ہی قابل افسوس ہو مگر یہ افسوس دوسرے
کرتے ہیں وہ خود ہرگز اُس پر متاسف نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس
میں ایک کیف اور لذت محسوس کرے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

"دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند"

اور پھر اگر سزا کی نوعیت اس انسان کی افتاد طبع کے مطابق ہوئی
مثلاً غلہ کے چور کو چوہے کی شکل یا پانی کے چور کو مینڈک کی شکل اور
کسی بڑے مقدس انسان کے قاتل کو گائے کی شکل دے دی گئی تو
بات ہی کیا ہوئی بلکہ آخری صورت میں تو وہ خود بہت آدمیوں کے
نقطۂ نظر سے قابل عزت بلکہ لائق پرستش ہو جاتا ہے۔
ان سزاؤں کا سننا مجرم افراد کے دل و دماغ پر کوئی اثر نہیں
ڈال سکتا برخلاف جزا و سزا کی اُن تصویروں کے جو اسلام نے پیش
کی ہیں جن میں زیادہ نمایاں راحت یا تکلیف والم کا احساس ہے۔
(۷) نیکی اور بدی کے اثرات اکثر و بیشتر آئندہ نسلوں تک برقرار رہتے
ہیں اس لیے جب تک یہ پورا دور منقضی نہ ہو جائے اُس نیکی اور بدی

کے حدود کا تعین ہی نہیں ہوتا لہذا ضرورت ہے کہ جزا و سزا کا ہنگام اس پورے دورِ حیاتِ دنیا کے اختتام کے بعد ہو جب اچھے اور بُرے تمام اعمال کے اثرات پورے طور پر وقوع میں آچکے ہوں اور اس طرح میزان میں ہر عمل کا وزن پورے طور پر نمایاں ہو سکے۔

دنیاوی جزا و سزا

بے شک اسلامی عقیدہ میں بھی اس دنیا کی جزا و سزا کا پتہ ملتا ہے مگر وہ ہر شخص کو خود اس جنم میں کہ جس میں اُس نے اعمال کیے ہیں ممکن ہے کہ اُس کو بعض نعمتیں عطا ہوں اُس کے کسی نیک عمل کی جزا میں یا کوئی مصیبت ڈالی جائے اُس کے کسی بُرے عمل کی سزا میں مگر اس سے روزِ آخرت کی ضرورت اور اُس کی اہمیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس طرح قرآن کا یہ ارشاد کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم جس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ کے انعام و عطا میں تغیر اُن کے نفسانی حالات کی تبدیلی کا نتیجہ ہوتا ہے انسان کے لیے اصلاح نفس اور اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ایک مؤثر تحریک ہے۔

دائمی جزا و سزا کی ضرورت

غور کیا جائے تو اس دنیا کی ہر مسرت اور ہر تکلیف ناپائدار ہے
مگر جیسا کہ سابق میں ضمناً تذکرہ ہوا انسانی کردار میں بعض نیکی اور
بدی ایسی ہوتی ہے جو اپنے نتائج کے اعتبار سے دائمی ہوتی ہے
جیسے کسی ایسے کار خیر کا اجرا جس پر آنے والی نسلیں عمل کرتی رہیں
یا کسی ایسے فتنہ کا برپا کرنا جس سے آنے والی نسلوں میں ہمیشہ کے لئے
فتنہ و فساد کی بنیاد قائم ہو جائے۔

پھر افعال تو کبھی کبھی وقتی ہوتے بھی ہیں مگر نفس کی راسخ
کیفیت ایمان اور اس کے بالمقابل کفریہ کوئی اعضا کا عمل
نہیں ہے جس کا ایک وقت معین پر صدور ہو بلکہ یہ روح میں
قائم شدہ ملکات ہیں جن میں سے ایک جزا کا مستحق اور ایک سزا
کا حق دار ہے۔

ایسے افعال اور ان ملکات کی جزا و سزا کے لیے جب تک
مختتم اور دائمی نعمت اور عذاب کا عالم تسلیم نہ کیا جائے عدل
آلہی کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

پبلشر مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکرٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ
مطبوعہ سرفراز قومی پریس۔ لکھنؤ